سیرت
شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ



فضیلۃ الشیخ
عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com



نام کتاب : سیرۃ شیخ محمد بن عبدالوہاب

مولف : فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ

صفحات : ۴۸

ناشر : الکتاب انٹرنیشنل



بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

یہ مختصر سی کتاب اصل میں شیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ کی تقریر کا اردو میں ترجمہ ہے جو کہ انھوں نے مدینہ یونیورسٹی میں طلبہ سے خطاب کے دوران ارشاد فرمائی تھی۔ شیخ موصوف اس وقت مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔ اس تقریر کا اردو میں ترجمہ ہمارے معزز دوست محترم شیخ عبدالحلیم بستوی نے کیا اور کم وبیش ۱۹، ۲۰ سال قبل جامعۃ السلفیہ فیصل آباد سے شائع ہوئی۔ الکتاب انٹرنیشنل اس کتاب کو ہندوستان میں پہلی بار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں ہمارے ہندوستان و پاکستان میں بے شمار شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں جو در اصل استعمار نے پھیلائے تھے۔ ہندو پاکستان میں جن لوگوں نے توحید کی دعوت کو عام کرنے کی کوشش کی ان کو بدنام کرنے کے لیے وہابی کا لقب دیا گیا اور کہا گیا کہ ان کا تعلق داعی کبیر شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی جماعت کے ساتھ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور

پورے عالم اسلام میں اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والوں کے عقائد میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ ہی محمد بن عبدالوہاب کوئی نئی دعوت لے کر آئے تھے۔ بلکہ انھوں نے خالصتاً کتاب وسنت کی دعوت کو عام کیا۔ لوگوں کو شرک وبدعت سے دور کرنے کے لیے کتب تالیف کیں۔ یہ کتابچہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی مختصر سی سیرت ہے۔ ان کے بارے میں اردو زبان میں اور بھی کئی کتب لکھی گئی ہیں جن میں علامہ مسعود عالم ندوی کی ''محمد بن عبدالوہاب ایک بدنام اور مظلوم مصلح'' بڑی نمایاں ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ مختصر سی کتاب لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے بے شمار سوالوں کا جواب ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اگر لوگوں کے ذہنوں میں ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگیا جو شیخ موصوف کے بارے میں پھیلائی گئی ہیں تو یقیناً اس کتاب کے شائع کرنے کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

ادارہ اس کتاب کو شائع کرتے ہوئے فخر اور شرف محسوس کرتا ہے۔

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و بہ نستعین- والصلاۃ والسلام علیٰ نبینا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین.

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

دعوت و سیرت

برادران اسلام :

چونکہ مصلحین، مبلغین اور مجددین کے بارے میں گفتگو، ان کے حالات، اوصاف حمیدہ اور عظیم کارناموں کا تذکرہ نیز ان کے اخلاص اور صداقت دعوت پر دلالت کرنیوالی سیرت کی توضیح و تشریح پاکیزہ نفوس کو پسند ہوتی ہے، ان مصلحین کے اعمال و اخلاق کی گفتگو سے دلوں کو مسرت حاصل ہوتی ہے، اور ہر باغیرت دیندار، راہ حق کا داعی اور دعوت و اصلاح کا خواہش مند اس کو سننے کی تمنا رکھتا ہے، اس

لیے میں مناسب سمجھتا ہوں، کہ ایک عظیم انسان، عظیم مصلح اور باغیرت داعی کا تذکرہ کروں، اور وہ ہیں، جزیرہ عرب کے بارھویں صدی ہجری کے مجدد امام شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی التمیمی الحنبلی النجدی۔

شیخ کے سیرت نگار

جزیرہ عرب اور اس کے باہر تمام لوگ ہی خاص طور سے علماء ، روسا اور اعیان واکابر اس عظیم امام سے بخوبی واقف ہیں. لکھنے والوں نے ان کے متعلق مختصر و مفصل بہت کچھ لکھا ہے. بہت سے لوگوں نے ان کی شخصیت کو مستقل تالیفات کا موضوع بنایا ہے. یہاں تک کہ مستشرقین نے بھی ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے جبکہ دوسرے بہت سے اہل قلم نے مصلحین یا عام تاریخ کے ضمن میں ان کا تذکرہ کیا ہے. انصاف پسند لوگوں نے ان کو ایک عظیم مصلح اور مجدد اسلام شمار کیا ہے اور انہیں نور خداوندی اور ہدایت ربانی کا حامل قرار دیا ہے. ایسے تمام لوگوں کا تذکرہ تو بہت مشکل ہے البتہ ان میں سے چند یہ ہیں:-

۱ . مولف کبیر شیخ ابوبکر حسین بن غنام الاحسائی. انہوں نے اس عظیم مصلح کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور بہت خوب لکھا ہے. ان کی دعوت، سیرت اور جنگوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور ان کے بہت سے رسائل اور کتاب اللہ کے استنباطات کی بھی تفصیل بیان کی ہے.

۲ . شیخ عثمان بن بشر. انہوں نے اپنی کتاب عنوان المجد فی تاریخ نجد میں شیخ اور ان کی دعوت و سیرت، تاریخ حیات، غزوات اور جہاد وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے.

۳ . جزیرہ عرب سے باہر کے علماء میں ڈاکٹر احمد امین (مصری) ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "زعماء الاصلاح" میں ان کے بارے میں لکھا ہے اور انصاف سے کام لیا ہے.

۴ . شیخ مسعود الندوی ؒ نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے اور ان کو مصلح مظلوم کے نام سے یاد کیا ہے. ان کی سیرت لکھی ہے اور بہت خوب لکھی ہے.

۵ . اور بھی لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے، مثلاً شیخ الامیر محمد بن اسماعیل الصنعانی، جو کہ ان کے ہم عصر تھے اور اسی دعوت کے حامل تھے. جب ان کو شیخ کی دعوت کی خبر ملی تو اس سے بہت مسرور

ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

٦۔ علامہ کبیر محمد بن علی الشوکانی صاحب نیل الاوطار نے بھی ان کے متعلق لکھا ہے اور ایک عظیم مرثیہ بھی کہا ہے۔

ان کے علاوہ بھی ایک جم غفیر نے اس شخصیت کو موضوع بحث بنایا ہے اور اہل علم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ لیکن پھر بھی بسا اوقات بہت سے لوگوں پر ان کی سیرت و دعوت مخفی رہ سکتی ہے۔ اس لیے میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اس عظیم انسان کی حالت اور اس کی سیرت حسنہ، دعوت صالحہ اور جہاد صادق کا تذکرہ کروں۔ اور ان کے متعلق کچھ باتوں کی وضاحت کروں تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں اس عظیم انسان اور اس کی دعوت کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات ہیں وہ حقیقت حال سے واقف ہوجائیں۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت

١١١٥ھ میں اس عظیم امام کی پیدائش ہوئی اور یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ ویسے بعض لوگ ان کا سن پیدائش ١١١١ھ بتاتے ہیں۔ اپنی جائے

پیدائش شہر عینیہ ہی میں اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ عینیہ، نجد کے علاقہ یمامہ میں ریاض سے تقریباً ستر کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک جانا پہچانا شہر ہے۔ یہیں پر موصوف کی پیدائش ہوئی اور پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھے۔ ابتدائی عمر میں قرآن پڑھا اور اپنے والد شیخ عبدالوہاب بن سلیمان کے پاس فہم دین اور علوم شرعیہ کے حصول کی جدو جہد میں لگ گئے۔ آپ کے والد ایک بڑے فقیہ، جلیل القدر عالم اور اپنے شہر عینیہ کے قاضی تھے۔

سن بلوغت کے بعد فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے بیت اللہ الحرام کا قصد کیا اور حرم شریف کے بعض شیوخ سے علم حاصل کیا۔ پھر مدینہ ـــــــ علی ساکنها افضل الصلاۃ و السلام ـــ کا رخ کیا اور وہاں کے علماء سے ملتے رہے۔ ایک مدت تک وہاں قیام کیا اور اس وقت مدینہ کے دو مشہور علماء کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ ان میں سے ایک شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف نجدی تھے جو کہ اصلاً مجمعہ کے تھے اور شیخ ابراہیم بن عبداللہ صاحب " العذب الفائض فی علم الفرائض " کے والد تھے۔ اور دوسرے شیخ محمد حیات سندی تھے۔ شیخ کے مدینہ کے اساتذہ میں یہ دونوں زیادہ مشہور ہیں۔ ممکن ہے کہ

ان کے علاوہ بھی لوگوں سے علم حاصل کیا ہو جن کو ہم نہیں جانتے۔
اس کے بعد پھر شیخ نے طلب علم کے لیے عراق کا سفر کیا اور بصرہ کا قصد کیا۔ وہاں کے علماء سے ملاقات کی اور ان سے خدا نے جو کچھ چاہا حاصل کیا۔ اور وہاں پر دعوت توحید کا اظہار و اعلان کیا اور لوگوں کو سنت نبویؐ کی طرف دعوت دی، نیز بتایا کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ سے اپنا دین اخذ کریں۔ اس سلسلہ میں وہاں کے علماء سے مناقشے، مباحثے اور مناظرے بھی کئے۔ وہاں ان کے اساتذہ میں سے ایک شیخ محمد المجموعی کا نام مشہور ہے۔ بصرہ کے علماء سو ان کے خلاف بپھر گئے اور ان کو نیز ان کے شیخ کو کچھ تکلیفیں بھی پہنچائیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر شیخ وہاں سے نکل پڑے۔ ان کا ارادہ تھا کہ شام کا رخ کریں، لیکن اخراجات کے ناکافی ہونے کی وجہ سے یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا۔ اس لئے بصرہ سے زبیر کے لئے نکل پڑے۔ اور پھر وہاں سے احساء گئے اور وہاں کے علما سے ملاقات کرکے دین اور اصول دین میں سے بعض مسائل پر گفتگو کی اور وہاں سے حریملا کا رخ کیا۔ یہ بارہویں صدی کی پانچویں دھائی کا قصہ ہے ـــــ واللہ اعلم ـــــ اس لئے کہ ان کے والد ماجد عینیہ کے قاضی تھے اور

ان کے درمیان اور وہاں کے حاکم کے درمیان بعض اختلافات کی بناء پر وہ ۱۱۳۹ ھ میں وہاں سے حریملا منتقل ہوگئے تھے۔ اور شیخ محمد بن عبدلوہاب ۱۱۳۹ ھ میں ان کے حریملا منتقل ہوجانے کے بعد ان کے پاس آئے۔ اس اعتبار سے حریملا میں ان کی آمد ۱۱۴۰ ھ یا اس کے بعد ہوئی۔

ابتداء دعوت اور سازش قتل

شیخ وہاں پر قیام پذیر ہوگئے اور تعلیم و تعلم، دعوت و تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشغول ہوگئے اس کا سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ ۱۱۵۳ ھ میں ان کے والد کی وفات ہوگئی اور اس کے بعد وہاں کے بعض لوگوں کی طرف سے انہیں برے برتاؤ کا سامنا کرنا پڑا، حتی کہ بعض کمینہ طبیعت لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کرلیا اور کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے ان کی دیوار پھاندنے کی کوشش کی لیکن جب لوگوں کو خبر ہوگئی تو فرار ہوگئے۔ نوبت جب یہاں تک پہنچ گئی تو شیخ رحمہ اللہ عینیہ منتقل ہوگئے۔ شیخ سے اُن کمینہ طبیعت لوگوں

کی ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پابند تھے اور حکام کو برابر اس بات پر ابھارتے رہتے تھے کہ عوام کو لوٹنے اور ان پر زیادتی کرنے والے مجرموں کو سزا دی جائے. انہیں میں سے یہ کمینہ خو لوگ بھی تھے جو وہاں پر عبید (غلاموں) کے نام سے مشہور تھے. جب انہیں معلوم ہوا کہ شیخ ان کے خلاف ہیں اور ان کی حرکتیں شیخ کو پسند نہیں ہیں اور اسی وجہ سے وہ حکام کو انہیں سزا دینے اور ان کے جرائم سے روکنے پر آمادہ کرتے رہتے ہیں تو وہ شیخ سے ناراض ہوگئے اور ان کی جان لینے کا ارادہ کرلیا. لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور ان کو بچا لیا.

عینیہ میں آمد

پھر وہاں سے عینیہ منتقل ہوگئے. وہاں کے امیر اس وقت عثمان بن حمد بن معمر تھے. شیخ نے ان کے یہاں قیام کیا اور امیر نے انکو خوش آمدید کہا اور ان سے کہا کہ آپ دعوت و تبلیغ میں لگ جائیے ہم آپ کے ساتھ ہیں، اور آپ کی ہر طرح کی مدد کے لئے تیار ہیں. غرضیکہ ان کے ساتھ بھلائی، محبت اور دعوت سے مکمل موافقت کا

اظہار کیا اور اس طرح شیخ دعوت و ارشاد اور مرد و عورت پر حلقہ کی ہدایت و رہنمائی میں مصروف ہوگئے۔ عینیہ میں ان کی دعوت مشہور و معروف ہوگئی اور ہر طرف ان کا چرچا ہونے لگا۔ حتی کہ آس پاس کے دیہاتوں کے لوگ بھی آنے لگے۔

ایک دن شیخ نے امیر عثمان سے کہا کہ آؤ ہم زید بن الخطاب کی قبر کا قبہ منہدم کردیں کیونکہ اس کی بنیاد ہدایت پر نہیں اور نہ اللہ عزوجل کو یہ پسند ہے۔ نیز رسول ﷺ نے قبر پر عمارت کھڑی کرنے اور اس پر مسجد بنانے سے منع کیا ہے۔ اس قبہ کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ ان کے عقیدے بدل گئے ہیں اور شرک پھیل گیا ہے۔ اس لئے اس کا گرادینا واجب ہے۔ جب امیر عثمان نے ان سے اتفاق کیا تو شیخ نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اہل جبیلہ اس سے بھڑک اٹھیں گے۔ جبیلہ قبر کے پاس ایک گاؤں تھا۔ اس لئے امیر عثمان اپنے ساتھ چھ سو سپاہیوں کو لیکر قبہ گرانے کے لئے نکلا اور ان کے ساتھ شیخ بھی تھے۔ جب یہ لوگ قبہ کے قریب پہنچ گئے اور اہل جبیلہ کو اس کی خبر پہنچی تو اس کی حمایت و حفاظت کے لئے نکلے۔ لیکن جب امیر عثمان اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا تو اپنے ارادوں سے باز رہے اور واپس

چلے گئے. شیخ نے خود اس کو گرانا شروع کیا اور اللہ عزو جل نے شیخ کے ہاتھوں سے اس کو ختم کردیا.

دعوت سے قبل اہل نجد کی حالت

یہاں پر ہم شیخ کی دعوت سے قبل اہل نجد کی حالت اور ان کی دعوت کے اسباب پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں.
شیخ کی دعوت سے قبل اہل نجد کی حالت ایسی تھی جس کو کوئی مسلم پسند نہیں کرسکتا تھا. شرک اکبر ان کے اندر پوری طرح پھیل چکا تھا. یہاں تک کہ قبوں، درختوں، پتھروں اور غاروں، ولدیت کے دعویدار پاگلوں اور مجنونوں کی عبادت کی جاتی تھی. ساحروں اور کاہنوں کا دور دورہ تھا. ہر معاملہ میں ان سے سوال کیا جاتا اور ان کی تصدیق کی جاتی اور اس پر کوئی ٹوکنے والا بھی نہ تھا. اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے اور دین کی نصرت کرنے والے تقریباً ناپید تھے. حرمین شریفین کی بھی یہی حالت تھی. یمن کی حالت بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھی. شرک، قبروں پر قبوں کی تعمیر، اولیاء سے فریاد و استغاثہ غرضیکہ اس طرح کی یمن میں اتنی چیزیں تھیں کہ ان کا شمار مشکل ہے. قبروں،

غاروں، درختوں اور ایسے مجنونوں و مجذوبوں کی کچھ کمی نہ تھی جس سے مدد طلب کی جاتی تھی اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی جاتی تھی. جنوں سے فریاد و استغاثہ، ان کے لئے بھینٹ چڑھانا اور ان کی امداد کی توقع یا ان کے شر سے بچنے کے لئے ذبح شدہ جانوروں کو گھر کے ایک گوشہ میں چھوڑ دینا، یہ ساری چیزیں نجد ہی کی طرح معروف و مشہور تھیں

اظہار حق

جب امام محمد بن عبدالوہابؒ نے لوگوں پر شرک کا اس قدر غلبہ دیکھا اور اس پر نکیر کرنے والوں اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کا فقدان پایا تو وہ کمر بستہ ہوگئے اور دعوت کا عزم کرلیا. انہیں مکمل یقین ہوگیا کہ اب جہاد، صبر اور مصائب جھیلنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے، اس لئے عینیہ سے تعلیم و ارشاد اور نصیحت میں مشغول ہوگئے. علماء سے اس سلسلہ میں خط و کتابت کی اس امید پر کہ دین خداوندی کی نصرت و تائید اور اس کو شرک و خرافات کی آلائشوں سے پاک کرنے میں ان کا ساتھ دیں، چنانچہ نجد، حرمین شریفین اور یمن کے بہت سے علماء نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور ان سے اتفاق کے

خطوط لکھے. بہت سے دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت بھی کی اور ان کی دعوت پر نکتہ چینی کی، ان کی مذمت کی اور دور دور رہے. ایسے لوگ دو ہی طرح کے تھے. یا تو جاہل، خرافات پسند، اللہ کے دین کی حقیقت سے ناواقف اور توحید سے نا آشنا تھے. ان کے علم کی رسائی اس سے آگے نہ تھی کہ اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملی ہوئی جہالت و گمراہی، شرک و بدعت اور خرافات میں چمٹے رہیں. جیسا کہ اللہ تعالی نے ان جیسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے.

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ﴿٢٣﴾

ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقہ پر پایاہے اور ان کے نقش قدم کی پیروی کررہے ہیں.

یا پھر ایسے معاندین و مکابرین جو کہ علم و فضل کے دعویدار تھے لیکن بغض و حسد کی بناء پر ان کی مخالفت کررہے تھے. تاکہ عوام یہ نہ کہیں کہ عالم ہوکر بھی آپ لوگوں نے آج تک ہم پر نکیر نہیں کی، نہ اس باطل سے منع کیا اور محمد بن عبدالوہاب آئے اور انہوں نے جادہ حق اختیار کیا. بغض و حسد کے جذبات سے مجبور نخوت پسند مولوی عوام سے شرمائے اور عاجل پر یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی یہودی

سنت کو اختیار کرلیا مگر حق کا ساتھ نہ دے سکے۔

شیخ صبر اور جد و جہد کے ساتھ دعوت میں لگے رہے۔ عزم صمیم کے ساتھ اللہ سے مدد مانگی اور کتاب اللہ و دیگر مفید کتابوں کے مطالعہ میں منہمک ہوگئے۔ کتاب اللہ کی تفسیر اور اس سے استنباط میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ساتھ ہی ساتھ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کی سیرت کا نہایت غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ علم و بصیرت کا وہ خزانہ مل گیا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو حق پر ثابت قدم رکھا۔ یقین محکم کے ساتھ ہر قیمت اور ہر انجام جھیلنے کا عزم لیکر اس کو عوام میں پھیلانے اور علماء و حکام سے اس سلسلہ میں خط وکتابت کرنے میں مصروف ہوگئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیک تمناؤں کو پورا کیا اور ان کے ذریعہ دعوت کو عام کیا۔ حق کی تائید کی اور ان کے لئے حامی و معاون مہیا کردئیے یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب آیا اور اس کا کلمہ بلند ہوا۔

شیخ عینیہ میں تعلیم وارشاد کے ذریعہ دعوت میں مشغول رہے اور جب دیکھا کہ دعوت کا کماحقہ، اثر نہیں ہوا تو عملی طور پر حتی الامکان شرک کے نشانات کا ازالہ شروع کردیا۔ چنانچہ شیخ نے امیر عثمان بن معمر سے

کہا کہ زید بن الخطابؓ کی قبر کا قبہ گرانا ضروری ہے. یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور ۱۲ ھ میں مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے تھے. جیسا کہ مورخین کا کہنا ہے. بعد میں ان کی قبر پر قبہ بنالیا گیا تھا. چنانچہ عثمان نے ان کی تائید کی. بحمداللہ. قبہ گرادیا گیا اور آج تک کے لئے اس کا نام و نشان ختم ہوگیا. وللہ الحمد والمنہ.

اس لئے کہ وہ اخلاص اور نصرت حق کے نیک ارادہ سے گرایا گیا تھا. اس کے علاوہ بھی بہت سی قبریں تھیں. ایک قبر تھی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ کی قبر ہے اس پر بھی ایک قبہ تھا اور اس کو بھی گرادیا گیا. اس کے علاوہ بھی بہت سے مزارات تھے جن کو اللہ عزوجل کے حکم سے ختم کردیا گیا. بہت سے غار اور درخت تھے جو اللہ کے سوا پوجے جاتے تھے ان کا بھی نام و نشان مٹادیا گیا اور لوگ اس سے بچنے لگے.

جذبہ ایمان

شیخ قولاً وعملاً اپنی دعوت میں لگے رہے۔ اسی عرصہ میں ان کے پاس ایک عورت آئی اور کئی بار زنا کا اعتراف کیا۔ اس کے ہوش و حواس کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ درست ہیں اور کوئی بات نہیں ہے۔ جب وہ اعتراف پر اڑی رہی اور اپنے اقرار سے باز نہ آئی جبر و اکراہ اور کسی شک و شبہ کا بھی اس نے اظہار نہ کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے اس کے رجم کا حکم دیا اور وہ رجم کردی گئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ وہ عینیہ کے قاضی تھے۔ قبوں کے انہدام، عورت کے رجم اور اللہ کی طرف اس عظیم دعوت نیز عینیہ کی طرف لوگوں کی ہجرت کی وجہ سے آپ کا شہرہ بہت بڑھ گیا۔

عینیہ سے خروج اور درعیہ میں آمد

جب اس صورت حال کی اطلاع احساء اور اس کے مضافات کے حاکم سلیمان بن عریعر الخالدی کو پہنچی تو اس پر شیخ کا یہ معاملہ بڑا گراں گزرا۔ خونریزی لوٹ مار اور آبروریزی تو اہل بادیہ کی عادت ہوتی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

چنانچہ وہ بہت شش و پنج میں پڑا اور گھبرایا کہ یہ پودا کہیں تناور نہ ہوجائے اور اس بدوی امیر کی حکومت چلی جائے. اس لئے اس نے عثمان کو دھمکی دی اور اسے لکھ بھیجا کہ عینیہ میں تمہارے پاس جو یہ مطوّع (ملا) ہے. اور جس کے بارے میں ایسا ایسا سنا ہے اسے قتل کردو ورنہ تمہارا خراج جو ہمارے پاس ہے اسے بند کردیں گے. امیر عثمان اس سے خراج میں سونا لیا کرتا تھا اس پر یہ بات بہت گراں گزری اور ڈرا کہ اس کی نافرمانی کی جاتی ہے تو اس کا خراج بند کردے گا یا پھر جنگ کرے گا. چنانچہ شیخ نے کہا کہ اس امیر نے میرے پاس ایسا ایسا لکھا ہے اور ہم آپ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتے مگر ساتھ ہی ہم اس حاکم سے ڈرتے بھی ہیں اور اس سے جنگ نہیں کرسکتے. اس لئے آپ یہاں سے باہر نکل جائیں. شیخ نے کہا کہ ہماری دعوت اللہ کے دین کی طرف ہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تنفیذ کی دعوت ہے. جو شخص اس دین کو مضبوطی سے تھامے گا اور اس کی نصرت و تائید کرے گا اللہ بھی اس کی مدد فرمائے گا. اور اسے دشمنوں کے ملک کا والی بنائے گا. اس لئے اگر تم صبر کرتے ہو، ثابت قدم رہتے ہو اور دعوت خیر کو قبول کرتے ہو تو سن لو کہ اللہ تعالیٰ

تمہاری مدد کرے گااور اس بدوی نیز اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کے شر سے تم کو بچائے گا. حاکم نے کہا کہ شیخ ہم اس سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتے اور اس کی مخالفت نہیں کرسکتے. چنانچہ شیخ وہاں سے نکل پڑے اور درعیہ کا رخ کیا. امیر عثمان نے سفر کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا اور مورخین کے بیان کے مطابق شیخ نے عینیہ سے درعیہ تک کا سفر پیدل کیا. صبح کو وہاں سے نکل کر شام کو درعیہ پہنچے.

امیر درعیہ کی بیعت

شہر کے بالائی حصہ میں ایک صاحب خیر محمد بن سویلم العرینی کے یہاں شیخ نے قیام کیا. بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ کے وہاں اترنے سے یہ شخص بہت گھبرایا اور اپنی ساری وسعتوں کے باوجود عرصہ زمین اس پر تنگ ہونے لگا. وہ امیر درعیہ سے بہت ڈرا. لیکن شیخ نے اطمینان دلایا اور کہا کہ خیر کی خوشخبری سن لو. لوگوں میں میری دعوت اللہ کے دین کی طرف ہے اور اللہ عنقریب اس کو غالب کرے گا.

محمد بن مسعود کو جب شیخ محمد کی خبر پہنچی. اور کہا جاتا ہے کہ خبر دینے والی اس کی بیوی تھی اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ

امیر محمد کو ان کے بارے میں اطلاع دو اور ان کی دعوت قبول کرنے پر ابھارو اور ان کی نصرت و تائید پر آمادہ کرو. وہ ایک نیک اور اچھی عورت تھی اس لئے جب اس کے پاس امیر درعیہ محمد بن سعود آئے تو ان سے کہا کہ اس عظیم نعمت سے فائدہ اٹھاؤ یہ ایک غنیمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیج دیا ہے. ایک عظیم داعی جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کی طرف دعوت دیتا ہے. کتنی عظیم نعمت ہے جتنی جلدی ہوسکے اس کو قبول کرلو. جلد ان کی مدد کرو اور اس سلسلہ میں قطعاً کوئی تامّل نہ کرو. امیر نے مشورہ قبول کرلیا لیکن پھر متردد ہوئے کہ آیا وہ خود ان کے پاس جائیں یا ان کو اپنے پاس بلائیں. لیکن ان کو مشورہ دیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ اسی عورت نے صلحاء کی ایک جماعت کے ساتھ مشورہ دیا اور کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ آپ انہیں اپنے پاس بلائیں. بہتر ہے کہ آپ خود ان کے پاس جائیں اور علم اور داعی خیر کی عزت کریں. اللہ نے ان کے لئے سعادت و خیر مقدر کردیا تھا. رحمہ اللہ واکرم مثواہ.

انہوں نے یہ مشورہ بھی قبول کرلیا اور شیخ کے پاس محمد بن سویلم کے مکان پر پہنچے. ان سے بات چیت کی اور کہا کہ اے شیخ محمد تائید و

نصرت اور امن و تعاون کی خوشخبری سن لیجئے. شیخ نے ان سے کہا کہ آپ بھی نصرت و تائید اور اچھے انجام کی خوشخبری سن لیجئے. یہ اللہ کا دین ہے اور جو اس کی مدد کرے گا اللہ بھی اس کی مدد کرے گا اور آپ انشاء اللہ عنقریب ہی اس کے آثار دیکھیں گے. امیر نے کہا کہ اے شیخ میں آپ سے اللہ اور اس کے رسول کے دین اور اللہ کے راستہ میں جہاد پر بیعت کروں گا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ جب ہم آپ کی تائید کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اعداء اسلام پر غلبہ عطا کرے تو آپ ہمارا علاقہ چھوڑ کر کہیں اور نہ چلے جائیں. شیخ نے فرمایا میں اس پر بیعت نہیں کرتا بلکہ اس پر بیعت کررہا ہوں کہ :

الدم بالدم والھدم بالھدم (ہمارا خون تمہارا خون اور ہماری تباہی تمہاری تباہی)

میں تمہارے ملک سے ہرگز نہیں نکلوں گا. پھر نصرت و تائید اور اسی ملک میں سکونت پر بیعت کی. نیز یہ کہ وہ امیر کے پاس رہیں گے ان کی مدد کریں گے اور ان کے ساتھ جہاد کریں گے یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہوجائے اور اس بات پر بیعت مکمل ہوگئی.

دعوت کا نیا مرکز-- درعیہ

عینیہ، عرقہ، منفوحہ، ریاض اور اس کے علاوہ دوسرے قرب و جوار کے علاقوں سے لوگ درعیہ آنے لگے اور برابر درعیہ دارالہجرت بنا رہا. درعیہ میں شیخ کے قیام، اور آپ کے دروس نیز دعوت و ارشاد کی اطلاع پاکر لوگ جوق در جوق وہاں پہنچنے لگے اور شیخ درعیہ میں عزت و احترام اور محبت کے ساتھ تائید و نصرت کے سایہ میں رہنے لگے. یہیں پر آپ نے عقائد اور قرآن کریم، نیز تفسیر، فقہ، حدیث، اصول حدیث، علوم عربیہ تاریخ اور اس کے علاوہ دیگر علوم نافعہ میں اپنے دروس کی ترتیب دی. لوگ بوڑھے جوان ہر طرف سے آکر ان سے علم حاصل کرنے لگے. اور اس طرح درعیہ میں علم کا چرچا ہوا. دعوت میں لگے رہے اور پھر جہاد شروع کیا اور لوگوں کو اس دعوت میں شرکت اور اپنے اپنے علاقوں سے شرک کا خاتمہ کرنے کا پیغام دیا. اہل نجد سے اس کی ابتداء کی اور وہاں کے امراء و علماء سے خط و کتابت کی. علماء ریاض اور وہاں کے امیر دھام بن دواس کو لکھا. اسی طرح خرج

اور وہاں کے علماء و حکام، بلاد جنوب، قصیم و حائل، وشم و سدیر وغیرہ کے علماء و حکام کو خطوط لکھے اور برابر خط وکتابت کرتے تھے. اسی طرح علماء احساء علماء حرمین شریفین اور جزیرہ عرب سے باہر شام و عراق اور ہندوستان ویمن وغیرہ کے علماء سے بھی خط وکتابت کی اور برابر کرتے رہے. ان کو دلائل بتاتے رہے اور خلق خدا کی اکثریت میں پائے جانے والے شرک و بدعت کی طرف لوگوں کو توجہ دلاتے رہے. اس کا یہ مطلب نہیں کہ دین کی نصرت و تائید کرنے والے بالکل معدوم ہوچکے تھے بلکہ ایسے بہت سے لوگ تھے جیسا کہ عز و جل نے اس دین کی ضمانت دی ہے. اس کے مدد گار ضرور رہیں گے. اور برابر ایک جماعت حق پر غالب رہے گی. جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے . اس لئے بہت سے ملکوں میں حق کی نصرت کرنے والے لوگ موجود تھے. لیکن میں اس وقت صرف نجد کے متعلق گفتگو کررہا ہوں. وہاں پر شر و فساد، شرک و خرافات اس قدر موجود تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جان سکتا ہے. وہیں پر ایسے علماء بھی تھے جن میں خیر تھی لیکن وہ دعوت کے لئے کمر بستہ نہ ہوسکے. اور انہیں اس کے لئے کماحقہ، جد جہد کرنے کی توفیق نہ مل سکی، یمن اور اس کے علاوہ مقامات پر ایسے

بہت سے داعیان حق اور انصار حق موجود تھے جنہوں نے اس شرک اور خرافات کی حقیقت کو پہچانا تھا لیکن ان کی دعوت کو وہ کامیابی حاصل نہ ہوئی جو شیخ محمد بن عبدالوہاب کو حاصل ہوئی ۔ اور اس کے متعدد اسباب ہیں جن میں چند یہ ہیں:-

۱ . ان کو ایسے مددگار اور معاون میسر نہ آسکے

۲ . بہت سے داعی راہ حق کی تکلیفوں کی تاب نہ لاسکے اور ثابت قدم نہ رہ سکے.

۳ . بہت سے داعیوں کی ناکامی میں ان کی علمی کم مائیگی کا بھی دخل ہے. جس کے ذریعہ وہ لوگوں کی رہنمائی و ہدایت کرے اور مناسب انداز نیز حکمت و موعظت حسنہ، نصیحت و ارشاد کا فرض ادا کرے.

ان بے شمار خطوط و رسائل اور جہاد کی وجہ سے شیخ کا شہرہ بہت بڑھ گیا اور دعوت کو استحکام حاصل ہوا. ان کے خطوط جزیرہ عرب اور بیرون جزیرہ علماء کو پہنچنے لگے. اور آپ کی دعوت سے ہندوستان، انڈونیشیا، افغانستان، افریقہ، مراکش اور اسی طرح مصر و شام اور عراق میں ایک جم غفیر متاثر ہوا اور وہاں پر بہت سے داعیان دین کھڑے ہوئے جن کے پاس معرفت حق اور اسکی طرف دعوت کا جذبہ تھا. اور جب ان

کو شیخ کی دعوت پہنچی تو ان کا جوش و ولولہ اور زیادہ بڑھ گیا. ان کی قوت بڑھی اور دعوت میں مشہور ہوئے.

شیخ کی دعوت برابر پھیلتی رہی، عالم اسلامی اور اس سے باہر اس کا ظہور ہوتا رہا اور اب اس آخری دور میں شیخ کی تصنیفات و رسائل اور ان کے ابناء و احفاد (بیٹے پوتے) نیز جزیرہ اور خارج جزیرہ ان کے اعوان و انصار کی کتابیں طبع ہوگئی ہیں. اسی طرح ان کی دعوت سیرت و احوال اور ان کے معاونین کے احوال پر کتابوں کی نشر و اشاعت ہوگئی ہے. یہاں تک کہ وہ ہر ملک اور ہر خطہ میں شائع و ذائع ہیں.

دعوت کے مخالفین

لیکن یہ ایک معلوم شدہ حقیقت ہے کہ ہر نعمت کے کچھ نہ کچھ حاسد ہوتے ہیں اور ہر داعی کے بہت سے دشمن ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور اسی طرح ہم نے شیاطین انس و جن کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے وہ

ایک دوسرے کو دھوکہ بازی سے بیہودہ اور لغو باتیں پھونکتے رہتے ہیں. اگر تیرا رب چاہتا تو یہ لوگ ایسا نہ کرتے. اس لئے ان کا اور ان کی افترا پردازیوں کا خیال نہ کرو.

اسی طرح جب شیخ دعوت میں مشہور ہوگئے ، اور متعدد اہم تصنیفات و تالیفات پیش کیں اور لوگوں کے درمیان اسے شائع کیا اور علماء نے ان سے خط و کتابت کی تو ان کے بھی حساد و مخالفین کی ایک بڑی جماعت ظہور پذیر ہوئی. اور دوسرے بہت سے دشمن بھی میدان میں آگئے. ان کے مخالفین اور دشمنوں کی دو قسمیں ہو گئیں. ایک وہ لوگ جنھوں نے سیاست کی خاطر ان سے دشمنی کی، لیکن علم اور دین کے پردے میں آئے. اور ان کے مخالف اور دشمن علماء سے فائدہ اٹھایا جنھوں نے ان سے عداوت کا اظہار کیا تھا اور ان کو حق سے بعید بتایا تھا.

شیخ رحمہ اللہ اپنی دعوت میں لگے رہے. شبہات کا ازالہ کرتے اور دلائل کو واضح کرتے رہے. لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق راہ حق کی طرف رہنمائی و ہدایت کرتے ہی لیکن کبھی ان کو خوارج میں شمار کیا جاتا اور کبھی کہا جاتا کہ وہ اجماع کے مخالف ہیں اور اجتہاد مطلق کے دعویدار ہیں اپنے سے پہلے علماء و فقہاء کی کوئی

پرواہ نہیں کرتے اور کبھی اور دوسرے الزامات لگائے جاتے.
اس کی وجہ بعض لوگوں کے پاس تو کم علمی تھی لیکن دوسرے بہت سے لوگوں نے محض غیروں کی نقالی پر اعتماد کیا اور کچھ لوگ اپنے مراکز کے بارے میں خوفزدہ ہوئے اور سیاست کی بناء پر ان سے دشمنی کی لیکن دین اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ظاہر ہوئے اور گمراہیوں، خرافیوں کی باتوں پر بھروسہ کیا.

مخالفین کی تین قسمیں

حقیقت میں شیخ کے مخالفین تین طرح کے لوگ تھے.
۱ . خرافات پسند علماء جو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ قبروں پر عمارت کھڑی کرنا، ان پر مساجد کی تعمیر کرنا اور اللہ کو چھوڑ کر انہیں پکارنا، فریاد کرنا وغیرہ سب خالص دین و ہدایت ہے. اور ان کا عقیدہ ہے کہ جس نے اس کا انکار کیا وہ صالحین اور اولیاء سے بغض رکھتا ہے. اور وہ ایسا دشمن ہے کہ جس سے جہاد واجب ہے.
۲ . دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو علم کے دعویدار ہیں. لیکن اس

شخصیت کی حقیقت اور اس کی دعوت حق سے بے خبر ہیں بلکہ محض غیروں کی نقالی اور گمراہ کن خرافیانہ پروپیگنڈہ کو صحیح سمجھا اور یہ کہ ان کے خلاف ابنیاء و اولیاء سے بغض و عداوت اور کرامات کے انکار کے الزامات درست ہیں۔ اس لئے شیخ کی مذمت کی۔ ان کی دعوت پر نکتہ چینی کی اور اس سے متنفر رہے۔

۳۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہیں اس دعوت سے اپنے اقتدار اور جاہ و حشم کے لئے خطرہ محسوس ہوا اور خوفزدہ ہو کر اس کی مخالفت کرنے لگے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ دعوت اسلامی کے مویدین کے ہاتھ ان تک پہنچ جائیں اور ان کو اپنے مراکز و مناصب سے اتار دیں اور ان کے علاقوں پر قابض ہوجائیں۔

شیخ اور ان کے مخالفین کے درمیان برابر زبانی جنگ اور مناظرے جاری رہے۔ خط و کتابت ہوتی رہی۔ بحث و مباحثہ چلتا رہا۔ ایک دوسرے کا جواب دیتے رہے۔ ان کے ابناء و احفاد اور معاونین نیز مخالفین کے درمیان بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ اس سے بہت سے رسائل اور جوابات تیار ہوگئے جن کا مجموعہ کئی جلدوں تک پہنچتا ہے اور بحمداللہ اس کا اکثر حصہ طبع ہوگیا ہے۔

شیخ اپنی دعوت اور جہاد میں لگے رہے۔ امیر درعیہ اور آل سعود کے جد امجد امیر محمد بن سعود ان کی تائید کرتے رہے۔ ۱۱۵۸ھ میں علم جہاد بلند ہوا، جس کی ابتداء زبان و بیان اور دلائل و براہین کی جنگ سے ہوئی اور اس کے بعد دعوت نے جہاد بالسیف کے مرحلہ میں قدم رکھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ داعی حق کے پاس دین کی حمایت اور اس کو نافذ کرنے والی قوت نہ ہو تو بہت جلد دعوت کا خاتمہ ہوجاتا ہے اس کا شرارہ بجھ جاتا ہے اور اس کے معاونین و مویدین ختم ہوجاتے ہیں۔ مخالفین کے قلع قمع، حق کی نصرت و تائید اور باطل کے مٹانے میں قوت اور ہتھیار کا جو عظیم مقام ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت مکہ میں دعوت اسلامی کی جو حالت تھی وہ بھی ہم سب کے سامنے ہے۔ لوگ اس کے قبول کرنے سے ہچکچاتے رہے اور صرف چند افراد نے اسے قبول کیا۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت کی اور تائید حق کے لئے تلوار اٹھائی اور علم جہاد بلند کیا تو لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہونے لگے۔ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی طرف پیش قدمی کی اور فتح مکہ کے بعد تو لوگ جوق درجوق اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔

اور یہ سب کچھ بیان و توضیح کے بعد جہاد کی بناء پر تھا۔ اس لئے جب بیان و توضیح، اقامت دلیل اور جہاد بالسیف کا اجتماع ہوجائے تو حق غالب آتا ہے اور باطل کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں بالکل درست فرمایا ہے۔ وھو الصادق فی کل مایقول :-

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

ہم نے اپنے رسولوں کو کھلے نشانات دے کر بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اتاری ہے اور ترازو تاکہ لوگ انصاف کو قائم کریں اور ہا
اتارا جس میں بڑی قوت اور لوگوں کے
لئے منافع ہیں تاکہ اللہ ان لوگوں کو نمایاں کردے جو اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ تو قوی اور غالب ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ اس نے رسولوں کو "بینات" یعنی دلائل و براہین دے کر بھیجا ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی وضاحت کرتا ہے اور باطل کو نیست و نابود کرتا ہے۔ اور رسولوں کے ساتھ کتاب نازل کی جس میں ہدایت اور احکام کی وضاحت ہے اور ان کے

ساتھ "میزان" نازل کی اور وہ عدل ہے جس کے ذریعے ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کیا جاتا ہے. حق کا قیام ہوتا ہے، ہدایت عام ہوتی ہے. اور اس کی ہدایت کی روشنی میں لوگ حق و انصاف پر عمل پیرا ہوتے ہیں. اور لوہا اتارا جس میں بھرپور طاقت و قوت ہے. یہاں پر حق کے مخالفین کے لئے ڈانٹ اور دھمکی ہے. یہ لوہا ان لوگوں کے لئے ہے جن کے سامنے دلائل بیکار ہوجائیں. دلائل و براہین ان پر اثر انداز نہ ہوسکیں ایسی صورت میں حق کے غالب کرنے اور باطل کے خاتمہ کا یہی واحد ذریعہ ہے. اسی مناسبت سے کہنے والے نے بہت خوب کہا ہے:

(فما هو الاالوحي اوحد مرهف تزيل ظباه اخدعي كل مائل فهذا دواء الداء من كل عاقل و هذا دواء الداء من كل جاهل)

دو ہی چیزیں ہیں یا تو وحی یا پھر اسی تیز باریک دھار والی تلوار جو ہر بے راہ رو کا غرور توڑ دے. پس یہ (وحی) ہر عاقل کے مرض کا علاج ہے اور وہ (تلوار) ہر جاہل کے درد کی دوا ہے.

اس لئے کہ عقلمند اور صاحب بصیرت انسان دلیل و حجت سے استفادہ کرتا ہے حق کو دلیل کی بناء پر قبول کرتا ہے. لیکن خواہشات نفس کے پیرو جہلاء کو صرف تلوار ہی درست کرتی ہے.

وفات اور اس کے بعد

الغرض شیخ رحمہ اللہ دعوت و جہاد میں تندھی کے ساتھ مصروف رہے. اور آل سعود طیب اللہ ثراہم ان کی مدد کرتے رہے . ۱۱۵۸ھ سے لیکر ۱۲۰۶ھ میں شیخ کی وفات تک جہاد و دعوت کا یہ سلسلہ جاری رہا. اس طرح تقریباً پچاس سال تک دعوت و تبلیغ ، جدوجہد، حق کی خاطر بحث و مباحثہ اور اللہ و رسول کے اقوال کی وضاحت اور دین اسلام کی طرف دعوت اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی طرف رہنمائی جاری رہی. اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سارا نجد ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک فتح کرادیا. لوگ مطیع ہوگئے اللہ کے دین حقیقی کو قبول کیا

اور اپنے قبوں، مقبروں اور قبروں پر بنی ہوئی مساجد کو منہدم کرادیا. شریعت کی تنفیذ کی اور اس کی اطاعت کی گذرے ہوئے آباء واجداد اور ان کے قوانین کی اندھا دھند اتباع و تقلید کو چھوڑ کو از سر نو راہ حق کی طرف واپس آئے. مساجد نمازوں اور دین کی تعلیم سے آباد ہو گئیں. زکواہ ادا کی جانے لگی. شرع خداوندی کے مطابق روزہ رکھا جانے لگا. امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر توجہ ہوئی، شہروں، دیہاتوں، راستوں اور صحراؤں میں امن و امان قائم ہوا. دیہات کے اجڈ لوگ اپنی غلط روشوں سے باز آئے، اللہ کے دین میں داخل ہوئے اور حق کو قبول کیا، شیخ نے ان کے اندر دعوت کو عام کیا، صحرا اور دیہاتوں میں مبلغ اور داعی بھیجے. تمام شہروں اور دیہاتوں کو معلمین، مرشدین اور قضاہ بھیجے گئے. سارے نجد میں خیر و ہدایت کی لہریں دوڑیں، حق کا پرچار ہوا اور اللہ کے دین کی وضاحت ہوئی.

شیخ کی وفات کے بعد ان کے ابناء و احفاد اور تلامیذ و انصار دعوت و جہاد میں لگے رہے. ان کی اولاد میں سب سے پیش پیش شیخ امام عبداللہ بن محمد، شیخ حسین بن محمد، شیخ علی بن محمد اور شیخ ابراہیم بن محمد اور احفاد میں شیخ عبدالرحمٰن بن حسن، شیخ علی بن حسین، شیخ سلیمان

بن عبداللہ بن محمد اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت آپ کے تلامذہ میں شیخ حمد بن ناصر بن معمر اور علماء درعیہ کی ایک بڑی جماعت تھی اور ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ مسلسل دعوت و جہاد میں مشغول رہے۔ اللہ کے دین کی اشاعت، خط و کتابت اور تصنیف و تالیف اور دین کے دشمنوں سے جہاد کرتے رہے۔

ان داعیوں اور ان کے مخالفین میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ تھی کہ انہوں نے اللہ کی توحید، عبادت کو اسی کے لئے خاص کردینے اور اس پر استقامت، قبروں پر بنائی ہوئی مسجدوں اور قبوں کو گرانے، شریعت الہیہ کو قائم کرنے اور اس پر ثابت قدمی نیز امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور حدود شریعت کے نافذ کرنے کی دعوت دی تھی۔ ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان مخالفت کے ان کے علاوہ اور کچھ اسباب نہ تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کی اللہ کی توحید کی طرف رہنمائی کی تھی، اور انہیں اسی کا حکم دیا تھا اللہ کے ساتھ شرک اور اس کے اسباب و ذرائع سے منع کیا تھا اور لوگوں پر شریعت اسلام کو لازم کیا تھا اور پھر دعوت کی وضاحت اور دلائل کے بعد بھی جس نے انکار کیا

اور شرک پر جما رہا اس سے انہوں نے اللہ عز و جل کی خاطر جہاد کیا اور اس کے علاقہ کا رخ کیا تاکہ وہ حق کے سامنے سرنگوں ہو اور اس کی طرف لوٹ آئے یا پھر اس پر حق کو بذریعہ تلوار مسلط کردیا جائے یہاں تک کہ وہ اور اس کے علاقہ کے لوگ حق کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں. اسی طرح لوگوں کو ان بدعتوں اور خرافات سے باز رہنے کے لئے کہا جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی جیسے کہ قبروں پر عمارت بنانا اور قبے تعمیر کرنا، طواغیت (غیر اللہ) سے فیصلہ کرانا، ساحروں اور کاہنوں سے سوال کرانا اور ان کی تصدیق کرنا وغیرہ ، جن کا اللہ تعالیٰ نے شیخ اور ان کے معاونین کے ذریعہ خاتمہ کرادیا.

مساجد کتاب اللہ اور سنت مطہرہ، تاریخ اسلامی اور مفید علوم عربیہ کے دروس سے آباد ہوگئیں لوگ مذاکرہ علم و ہدایت اور دعوت و ارشاد میں لگ گئے اور کچھ لوگ امور دنیا مثلاً زراعت و صناعت میں مشغول ہوگئے. علم و عمل، دعوت و ارشاد، اور دنیا و دین کا اجتماع ہوا. ایک شخص علم حاصل کرتا ہے، مذاکرات کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے زراعتی میدان، یا صناعت و تجارت وغیرہ میں بھی مشغول ہے. کسی وقت دین میں منہمک تو کچھ دیر دنیا کے کاموں میں مشغول، ایک

طرف اللہ کی طرف دعوت اور اس کے راستہ کی طرف رہنمائی ہورہی ہے تو دوسری طرف اسی کے ساتھ ساتھ ملک میں موجود طرح طرح صنعتوں میں بھی مشغولیت جاری ہے۔ اور اس کے ذریعہ وہ سب کچھ حاصل ہورہا ہے جو انہیں بیرون ملک سے بے نیاز کردیتا ہے۔

دعوت حق بسوئے حجاز

داعیان حق اور آل سعود جب نجد سے فارغ ہوگئے تو ان کی دعوت نے حرمین سے اور جزیرہ عرب کے جنوبی علاقوں کا رخ کیا۔ علماء حرمین سے اس سے قبل اور اس کے بعد بھی خط وکتابت ہوتی رہی تھی۔ لیکن اصل حرمین پر قبوں کی تعمیر و تعظیم اور ان کے پاس ارتکاب شرک اور اصحاب قبور سے سوال کی اپنی اپنی روش پر باقی رہے تھے۔ چنانچہ امام سعود بن عبدالعزیز بن محمد شیخ کی وفات کے گیارہ سال بعد حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ اہل طائف سے پنجہ آزمائی کی اور پھر مکہ کے رخ پڑھے۔ سعود سے قبل امیر عثمان بن عبدالرحمٰن المضایفی طائف پہنچ چکے تھے اور امیر درعیہ امام سعود بن عبدالعزیز بن محمد کی بھیجی ہوئی اہل نجد اور غیر اہل نجد پر مشتمل ایک عظیم طاقت کے ذریعہ ان سے جنگ کی

اور طائف پر قبضہ کرلیا. وہاں سے امراء شریف کو نکال دیا. دعوت الی اللہ کا بول بالا کیا حق کی طرف ہدایت اور شرک سے ممانعت کی. حضرت ابن عباسؓ اور ان کے علاوہ جن کی وہاں سفہاء و جہال عبادت کرتے تھے ان سے روکا.

پھر وہاں سے امیر سعود اپنے والد عبدالعزیز کے حکم سے حجاز کی طرف بڑھے اور مکہ کے ارد گرد فوجیں جمع کردیں. جب شریف مکہ کو معلوم ہوا کہ اطاعت یا فرار کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے تو وہ جدہ فرار ہوگیا. سعود اور ان کے ساتھ کے مسلمان ساتھی بغیر کسی لڑائی کے شہر میں داخل ہوئے اور مکہ پر ان کا قبضہ ہوگیا. یہاں بھی دعوت کا غلبہ ہوا. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی قبر پر بنے ہوئے قبوں کو منہدم کردیا گیا اور یہاں پر اللہ عز و جل کی طرف دعوت عام ہوئی. علماء ، مرشدین ، ناصحین اور شریعت الٰہیہ کے مطابق فیصلہ کرنے والے قضاۃ کی تقرری ہوئی. مکہ کے تقریباً دو سال کے قلیل عرصہ بعد ہی ۱۲۲۰ ھ میں مدینہ پر بھی آل سعود کا قبضہ ہوگیا. اور حرمین شریفین آل سعود کے قبضہ میں رہنے لگے. یہاں پر مبلغین و مرشدین کی تقرری ہوتی رہی، ملک میں عدل و انصاف اور شریعت الٰہیہ کی تنفیذ ہوتی رہی. یہاں کے

لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور خاص طور سے فقراء اور اہل حاجت کے ساتھ مواسات اور غمخواری ہوتی رہی. انہیں کتاب اللہ کی تعلیم اور خیر کی طرف رہنمائی کی جاتی رہی. تعلیم و تبلیغ کی خاطر علماء کی ہمت افزائی ہوئی. حرمین شریفین اس وقت سے لیکر ۱۲۲۶ھ تک آل سعود کے قبضہ میں رہے.

ترکی اور مصری فوجوں کی یلغار

اس کے بعد ترکی اور مصری فوجیں آل سعود سے جنگ کرنے اور ان کو حرمین شریفین سے نکالنے کے لئے حجاز کی طرف بڑھنے لگیں. اس کے متعدد اسباب تھے جن میں سے بعض پہلے ذکر کرچکا ہوں. دشمنوں اور حساد نیز بصیرت سے محروم خرافات پسند لوگوں نے اور بعض سیاسی لوگ جو اس دعوت کا چراغ بجھا دینا چاہتے تھے اور اس کے بارہ میں خوفزدہ تھے کہ ان کے مراکز ختم نہ ہوجائیں. اور ان کی امیدوں پر پانی نہ پھر جائے، انہوں نے شیخ کی دعوت اور ان کے متبعین و معاونین پر جھوٹے الزامات لگائے اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھتے ہیں. اولیاء سے انہیں عداوت ہے اور ان کی کرامات کا انکار

کرتے ہیں. اور ان کے بارے میں ایسا ایسا کہتے ہیں جس کو وہ رسول اللہ ﷺ کی توہین سمجھتے تھے. بعض موقع پرستوں اور جاہلوں نے اس جھوٹے پراپیگنڈے کی تائید کی اور اس کو ان پر کیچڑ اچھالنے، اس سے جہاد کرنے اور ترکوں و مصریوں کو ان کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کا ایک ذریعہ بنایا. اور اس طرح یہ سارا فتنہ اور جنگ و جدال وجود میں آیا. مصری اور ترکی فوجوں نیز ان کے ہمنواؤں اور آل سعود کے درمیان ایک طویل مدت تک برابر جنگ ہوتی رہی. ۱۲۲۶ھ سے لیکر ۱۲۳۲ھ تک سات سال کا طویل عرصہ جنگ اور حق اور باطل قوتوں کی معرکہ آرائی میں گزرا.

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے کھڑے ہونے کا مقصد صرف اللہ کے دین کا غلبہ اور لوگوں کو توحید باری تعالی کی طرف دعوت اور اس میں لوگوں کی داخل کردہ بدعات و خرافات پر انکار تھا. عقائد میں وہ سلف صالح کے طریقہ پر تھے. اللہ اور اس کے اسماء و صفات، ملائکہ و رسل و کتب، یوم آخرت اور تقدیر کے خیر و شر پر ایمان رکھتے تھے. توحید باری تعالیٰ اور عبادت کو اللہ عز و جل کے لئے خالص کردینے میں بھی وہ ائمہ اسلام ہی کے طریقہ پر تھے. اللہ اور اس

کے اسماء و صفات جیسا کہ اس ذات باری تعالیٰ کے لئے زیبا ہے ایمان رکھتے تھے. نہ تو صفات خداوندی کا انکار کرتے تھے اور نہ ہی اس کو مخلوق سے تشبیہ دیتے تھے. حشر و نشر جزاء و حساب جنت و جہنم پر ایمان رکھتے تھے. ایمان کے بارے میں بھی ان کا کہنا وہی ہے جو سلف کہتے تھے کہ وہ قول و عمل کا نام ہے اور اس میں کمی و زیادتی ہوتی ہے. اطاعت سے اس میں اضافہ ہوتا ہے اور معصیت سے نقص ہوتا ہے. یہی سب ان کا عقیدہ تھا اور اس طرح وہ سلف ہی کے عقیدہ پر تھے اور قول و عمل ہر طرح سے انہیں کے طریقہ کے پابند تھے . اس سے کبھی بھی تجاوز نہیں کیا اور نہ اس سلسلہ میں ان کا کوئی خاص مذہب اور خاص طریقہ ہی تھا. بلکہ وہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین کے طریقہ ہی پر تھے. رضی اللہ عن الجمیع.

انہوں نے نجد اور اس کے اطراف میں اس کا اظہار کیا، اسی کی طرف دعوت دی اور معاندین و منکرین سے اسی کے خاطر جہاد کیا اور ان سے اس وقت تک برسر پیکار رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو غلبہ نہیں حاصل ہوا اور حق کی نصرت نہیں ہوئی. دعوت الی اللہ، انکار باطل، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں وہ تمام مسلمانوں کے

عقیدہ پر ہیں، لیکن شیخ اور ان کے معاونین لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے ہیں. حق کو ان پر لازم کرتے ہیں باطل سے روکتے ہیں اور اس پر نکیر کرتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں یہاں تک کہ لوگ اس سے باز آجائیں. اسی طرح وہ مستعدی کے ساتھ بدعات و خرافات کی مخالفت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت کے ذریعہ اس کا خاتمہ کردیا. چنانچہ یہی تین مذکورہ اسباب ہی شیخ اور ان کے معاندین کے درمیان نزاع و عداوت کا سبب ہے.

حقیقت دعوت

۱ . شرک پر نکیر اور توحید خالص کی دعوت

۲ . بدعات و خرافات مثلاً قبروں پر عمارتیں اور مساجد تعمیر کرنا. میلاد کرنا اور دیگر نام نہاد صوفیاء کے ایجاد کردہ طریقوں پر نکیر کرنا اور اس سے روکنا.

۳ . وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور اسے بزور نافذ کرتے ہیں. پھر جو اللہ کے لئے واجب کردہ احکام کا انکار کرتا ہے. اس پر اسے لازم کرتے ہیں اور اس کے ترک کرنے پر سزا دیتے ہیں لوگوں کو

برائیوں سے منع کرتے ہیں اس پر ڈانٹتے ہیں اور حدود قائم کرتے ہیں. حق کو لازم کرتے ہیں اور باطل سے منع کرتے ہیں اور اسی طرح حق کا غلبہ ہوا، باطل کا قلع قمع ہوا لوگوں کے حالات سدھرے. بازاروں، مسجدوں اور ہر جگہ ان کے طور طریقے درست ہوئے. بدعت کا ان سے خاتمہ ہوا مشرک کا نام و نشان مٹا منکرات کا دروازہ بند ہوا. بلکہ جس نے ان کے ملک اور ان کے احوال کا مشاہدہ کیا اس کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین نیز سلف صالح کا بہترین زمانہ اور ان کے حالات یاد آئے.

لوگ اپنے انہیں حالات پر چلتے رہے. اسی طریقہ پر قائم رہے اور ثابت قدمی کے ساتھ اسی کی خاطر جدوجہد کرتے رہے. یہاں تک کہ آخر وقت میں جب شیخ محمدؒ کی اور آپ کے اکثر اولاد و معاونین رحمہم اللہ کی وفات کے بعد کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں اور بعض منکرات کا اظہار ہوا تو ترکی اور مصری حکومتوں کے ہاتھوں ابتلاء اور آزمائش کا بھی ظہور ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

اللہ تعالیٰ کسی قوم کے احوال کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ

وہ اپنے آپ کو نہ بدلیں.
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی اس مصیبت کو ان کی غلطیوں کا کفارہ بنادے. ان کے گناہوں کی معافی اور ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنائے اور ان کے مقتولین کو درجہ شہادت عطا فرمائے رضی اللہ عنہم و ارحمہم

حجاز میں دوبارہ داخلہ

الحمد للہ آج تک ان کی دعوت باقی و منتشر ہے اس لئے کہ مصری لشکر جو نجد میں داخل ہوا اور جو کچھ بھی خون خرابہ اور فساد پھیلایا لیکن اس کے بعد چند سال بھی نہیں گزرے تھے کہ امام ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود رحمہ اللہ کے ذریعہ پانچ سال بعد پھر نجد اور اس کے اطراف میں دعوت کا احیاء ہوا. علماء کرام نجد کے تمام علاقوں میں پھیل گئے اور نجد کے تمام شہروں اور دیہاتوں سے ترکی و مصری کو نکال دیا گیا اور اس کے بعد ۱۲۴۰ ھ میں ازسر نو دعوت کو قوت حاصل ہوئی جبکہ درعیہ کی تباہی و ویرانی اور آل سعود کی حکومت کا خاتمہ ۱۲۳۳ ھ میں ہوا تھا اور لوگوں نے ۳۳ ھ سے ۳۹ ھ تک پانچ

سال تک کا زمانہ بالکل افراتفری، بد نظمی، فتنے فساد اور لڑائی جھگڑے میں گزارا۔ ۱۲۴۰ھ میں امام ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود کے ہاتھوں مسلمانوں کا شیرازہ پھر جمع ہوا اور حق کا ظہور ہوا۔
علماء نے دیہاتوں اور شہروں کے باشندوں کو خطوط لکھے، لوگوں کا حوصلہ بڑھایا اور ان کو اللہ کے دین کی طرف بلایا۔ طویل جنگوں سے پیدا ہونے والے فتنوں کا خاتمہ ہوا جو کہ مصری فوجوں اور ان کے معاونین کے ذریعہ پیدا ہوئے تھے۔ لڑائی کی چنگاریاں بجھیں اور فتنہ و خونریزی کا دور ختم ہوا۔ اللہ کا دین پھر غالب ہوا۔ لوگ تعلیم و ارشاد اور دعوت و تبلیغ میں لگ گئے۔ یہاں تک کہ حالات معمول پر آگئے اور لوگ انہیں طور طریقوں پر آگئے جیسا کہ شیخ اور ان کے تلامذہ اور ابناء و انصار کے زمانہ میں تھے (۱) رضی اللہ عنہم و رحمہم

---

(۱) دعوت کی طرف سے یہ بلا خیز جنگیں دینی اور دفاعی تھیں جبکہ مخالفین کی طرف سے محض سیاسی تھیں یہ فقط مصنف کا کلام نہیں جو کہ دعوت کے ایک کارکن ہیں۔ بلکہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ الفکر السامی کے مصنف نے اس کی صراحت کی ہے چنانچہ کہتے ہیں، جب ترکوں نے ایسا دیکھا اور ان کے ارادے سے واقف ہوئے تو اپنے علماء اکابر کے ساتھ سارے عالم اسلامی میں جو کہ ان کے تابع تھا اس کے

دعوت ۱۲۴۰ ھ سے لیکر آج تک جاری رہی۔ وللہ الحمد۔ اور آل سعود برابر امامت دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں ایک دوسرے کی جانشینی کرتے رہے جبکہ آل شیخ علماء اور مبلغین دعوت الی اللہ، نصیحت و ارشاد اور لوگوں کی دینی تعلیم کے معاملات یکے بعد دیگرے سنبھالتے رہے۔

مگر حرمین شریفین ایک طویل مدت تک سعودی حکومت کے تسلط سے باہر رہے یہاں تک کہ ۱۳۴۳ ھ میں اس میں شامل ہوئے جبکہ امام عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل بن ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود رحمہ اللہ نے اس پر دوبارہ قبضہ کیا۔ اور الحمد للہ آج تک اسی حکومت کی نگرانی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آل سعود اور آل شیخ کے باقی ماندہ افراد اور

خلاف زبردست پراپیگنڈہ کیا "اور آگے کہتے ہیں" مولائے سلیمان سلطان مغرب نے ان کی مخالفت کی۔ "پھر کہتے ہیں" یہاں تک کہ حق واضح ہوگیا اور یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مسئلہ محض سیاسی تھا نہ کہ دینی، اور اس طرح اس کو اتنا اہم بنایا گیا، حالانکہ اتنا اہم نہ تھا۔ سیاست نے خوب کھیل کھیلے۔ دینی اختلاف نہیں بلکہ محض سیاسی اختلاف کی وجہ سے دین کے نام پر خون انسانی کی یہ ارزانی ہوئی۔

اس ملک کے اندر و باہر تمام علماء کرام کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور ان سب کو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کے حالات درست فرمائے وہ جہاں کہیں بھی ہوں. اور سب کے ذریعہ حق کی مدد فرمائے اور باطل کو ذلیل فرمائے. داعیان حق کو خواہ کہیں بھی ہوں اپنے فرائض کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو اور سب کو صراط مستقیم کی راہنمائی فرمائے. حرمین شریفین اور ان کے مضافات اور تمام مسلمانوں کو ہدایت اور دین حق اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور سب کو اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے. اس کے مضبوطی سے تھامنے اور اس پر ثابت قدم رہنے نیز اس کے احکام کے نافذ کرنیکی توفیق بخشے یہاں تک اپنے رب سے جاملیں. ان اللہ علی کل شیٔ قدیر و بالا جابۃ جدیر.

شیخ کے تعارف، ان کے حالات، نیز ان کی دعوت اور ان کے معاونین و مخالفین کے سلسلہ میں جو کچھ مجھ سے ہوسکا یہ اس کا مختصر خاکہ ہے.

واللہ اعلم بالصواب

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

رئیس الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ (سعودی عرب)